سالانہ جلسہ ۱۹۱۸ء پر بیعت کرنیوالوں کی بقیہ فہرست

نمبر	نام	مقام
۳۰۰	عنایت اللہ صاحب	ضلع گجرات
۳۰۱	دلدار خاں صاحب	جودھپور
۳۰۲	غلام نبی صاحب	ضلع ملتان
۳۰۳	مہر خاں صاحب	ضلع ہوشیارپور
۳۰۴	طفیل احمد صاحب	" ہوشیارپور
۳۰۵	ولی داد خاں صاحب	" گورداسپور
۳۰۶	کرم علی خاں صاحب	شاہجہانپور
۳۰۷	فضل شاہ صاحب	ضلع گورداسپور
۳۰۸	جھنڈو صاحب	" "
۳۰۹	رجب علی خان صاحب	" پشاور
۳۱۰	صادق محمد صاحب	باکپتن
۳۱۱	مولوی علاؤ الدین صاحب	ضلع جالندھر
۳۱۲	کمال الدین صاحب	" گورداسپور
۳۱۳	کریم صاحب	" "
۳۱۴	ابراہیم صاحب	" "
۳۱۵	حید بخش صاحب	" "
۳۱۶	شاہ محمد صاحب	" "
۳۱۷	مراد صاحب	" گجرانوالہ
۳۱۸	میاں محمد صاحب	" شاہ پور
۳۱۹	علی محمد صاحب	" امرتسر
۳۲۰	نواب صاحب	" گورداسپور
۳۲۱	عبد الستار صاحب	کپورتھلہ
۳۲۲	کرم الدین صاحب	ضلع گورداسپور
۳۲۳	محمد یوسف صاحب	" "
۳۲۴	اللہ داد صاحب	" "
۳۲۵	غلام محمد صاحب	" "
۳۲۶	محمد حسین صاحب	" جالندھر
۳۲۷	محمد اکبر صاحب	" سیالکوٹ
۳۲۸	علی محمد صاحب	" امرتسر
۳۲۹	احمد بخش صاحب	ضلع جالندھر
۳۳۰	عبد الواحد صاحب	" "
۳۳۱	محمد صادق صاحب قریشی	" سیالکوٹ
۳۳۲	دسا وا صاحب	" لائل پور
۳۳۳	قدر داد صاحب	" سیالکوٹ
۳۳۴	نور محمد صاحب	" ہوشیارپور
۳۳۵	اللہ دتا صاحب	" امرتسر
۳۳۶	جان محمد صاحب	" جالندھر
۳۳۷	قطب شاہ صاحب	" گجرات
۳۳۸	علی بخش صاحب	" گورداسپور
۳۳۹	بابو محمد الدین صاحب	" فیروز پور
۳۴۰	احمد علی صاحب	" سیالکوٹ
۳۴۱	محمد الدین صاحب	" "
۳۴۲	پیر محمد صاحب	" "
۳۴۳	میاں رکن الدین صاحب	" "
۳۴۴	امام علی صاحب	" گوجرانوالہ
۳۴۵	محمد یار صاحب	" سیالکوٹ
۳۴۶	ماسٹر ولی محمد صاحب	منصوری
۳۴۷	حبیب احمد صاحب	"
۳۴۸	لطیف احمد صاحب	"
۳۴۹	میاں عبد اللہ صاحب	ضلع گجرات
۳۵۰	اللہ دتا صاحب	" "
۳۵۱	عبد الرحمٰن صاحب	" "
۳۵۲	عبد الکریم صاحب	" "

حضرت مفتی صاحب کا خط
احباب کے خطوط کا جواب

عاجز موسم سرما کے واسطے ولنٹو جاتا ہے۔ جو لنڈن سے قریب ۹۰ میل ہے۔ کچھ سردی اور کچھ سفر کی طیاری خطوط کے جواب لکھنے کی فرصت کم اسواسطے ایسے امور جو عام دلچسپی کے ہیں ان کے جواب بذریعہ اخبار کے لکھتا ہوں۔ برادرم قاضی محمد یوسف صاحب کا شکر گزار ہوں۔ آپ کی تجاویز بہت عمدہ ہیں۔ اور آپ کا مضمون پر لطف ہے۔ بالخصوص نسبت یدرا کی تفسیر خواجہ اور اس کے ہم مشربوں کے متعلق۔ یہاں سے کسی رسالہ کا جاری کرنا تا اختتام جنگ مشکل ہے۔ کاغذ اور چھپائی سخت گراں ہے۔ لیکن میں فکر میں ہوں۔ ریویو کا لنڈن لانا مجھے پسند نہیں۔ مسیح موعود کے وقت کا انگریزی رسالہ ہے۔ اس کا قادیان میں رہنا ضروری ہے۔ لیکن اس کی حالت بہت اصلاح طلب ہے۔ بعض مضامین بہت عمدہ ہوتے ہیں۔ مگر یورپ کی پرتکلف طبائع بسبب نقص چھپوائی و کاغذ چھونا بھی پسند نہیں کرتیں۔ ریویو کے متعلق میری رائے ہے۔ کہ اس کا انتظام ایک لائق اور تجربہ کار ناظم چاہتا ہے۔ جو اسے یورپ کے رسالوں کی برابر کر دے۔

برادر احمد مالا باری کا شکور ہوں۔ موسم سرما میں علیحدہ خطوط لکھنے مشکل معافی چاہتا ہوں۔ مسٹر عبد الرحمٰن فرگوسن صاحب (حمدی) شکریہ کرتے ہیں۔ مرزا کبیر الدین احمد صاحب کا اور مولانا عبد الواحد صاحب کا جن کے مبارکباد کے خطوط ان کو ملے ہیں۔ برادر اکمل نے فدا کی صاحب کے مضمون کا معقول جواب لکھ دیا ہے۔ جزاہم اللہ الخیر۔ منشی فرزند علی صاحب برادر فقیر محمد صاحب اور مستری فضل کریم صاحب کے مکانات کو صدمہ پہنچنے کا ہمیں صدمہ ہے۔ اللہ تعالےٰ انھیں اس تکلیف پر صبر اور بہتر اجر دے ہم دعا کرتے ہیں۔ میں نے اپنے حالات پر ایک مضمون لکھ کر قاضی اکمل صاحب کو روانہ کیا ہے کہ بطور ٹریکٹ صادق چھاپ کر اخبار صادق کے خریداروں کو مفت بھیجدیں۔ اور اپنی طرف سے اس پر ایک دیباچہ لکھیں۔ مستری قطب دین صاحب کا خط ملا۔ ہنوز عصا نہیں ملے۔ برادر عبد اللہ الدین صاحب کا بہت مشکور ہوں۔ ان کے خط اور رسائل کے واسطے جو وہ بھیجتے رہے ہیں۔ برادر احمد حسن صاحب غریب آبادی کے خطوط ملے۔ جزاکم اللہ الخیر۔ عزیز قاضی محمد اسلم صاحب کا محبت نامہ موجب راحت ہوا۔ قاضی محبوب عالم صاحب کے اخلاص کا ذکر فرحت بخش ہے۔ خواجہ شاہ محمد اعجاز علی صاحب اگر حضرت کی اجازت سے قادیان چلے جاتے تو بہتر ہوتا۔ ان کا خط کا نا یقینی نہ ہونے کے سبب میں نے اب خط لکھنا چھوڑا ہوا ہے۔ برادر کبیر الدین احمد صاحب نے خوب لطیفہ لکھا کہ محمد احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھا۔ نہ غیر کیا عکسی قرآن قرآن نہیں ہوتا آپ کے خطوط دلربا ہوتے ہیں۔ برادر فضل الٰہی کے واسطے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

الفضل

قادیان دار الامان ۲۹ - جنوری سنہ ۱۹۱۸ء

موجودہ زمانہ کے صوفیا کی حالت

(از مرزا احمد شفیع صاحب دہلوی)

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی صداقت اور اس کے بانی حضرت میرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچا ثابت اللہ ہونے کے بجملہ ہزار ہا دلائل و شواہد کے ایک زبردست دلیل یہ بھی ہے۔ کہ گو اس سلسلہ کی مخالفت میں نہ صرف غیر اقوام نے پورا حصہ لیا۔ بلکہ مسلمان کہلانے والوں میں سے بھی ہر ایک طبقہ نے تا حد امکان پوری پوری مخالفت کی لیکن باوجود اس قدر سخت مشکلات کے یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اسی کی نصرت و تائید سے سنت الٰہی کے ماتحت تدریجی ترقی کرتا گیا۔ اور ...... کر رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے موافق جو اس نے بانی سلسلہ سے کیا تھا۔ "انی مھین من اراد اھانتک" جس کسی نے بھی جس رنگ میں اہانت کی وہ اسی رنگ میں خود ذلیل و رسوا ہوا۔ حال میں خواجہ حسن نظامی صاحب نے بھی مخالفت کا طوفان بے تمیزی اٹھا کر اس الہام الٰہی کی صداقت کو پھر تازہ کیا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ سنہ ۱۹۱۶ء کے سالانہ جلسہ پر قادیان میں حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٖ نے ذکر الٰہی پر ایک نہایت پر حقائق و معارف تقریر کی تھی جسے ہمارے ایک زود نویس صاحب ساتھ کے ساتھ قلمبند کرتے گئے۔ اور بعد میں کتابی صورت میں شائع کی گئی تھی اس کا ایک نسخہ کسی دوست نے قادیان سے از راہ ہمدردی بطور خود خواجہ حسن نظامی صاحب کے مطالعہ کے لئے ارسال کیا۔ تاکہ وہ اس روحانی غذا کا اگر ذائقہ نہ چکھ سکیں۔ تو خوشبو ہی سونگھ لیں۔ مگر جس دل و دماغ سے کمھیوں اور مچھروں کے متعفن مضامین نکل چکے ہوں۔ وہ بیچارہ ان روحانی معارف کو کیا سمجھ سکتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خواجہ صاحب بہت برہم ہوئے۔ کیونکہ اس تقریر میں اور باتوں کے علاوہ ایک مقام پر موجودہ صوفیوں کے اوراد و وظائف کو بدعت۔ اور خلاف سنت قرار دیا گیا تھا۔ خواجہ صاحب کو اگر اسلام سے کچھ محبت ہوتی تو وہ اپنی اندرونی حالت پر خود ہی غور کرتے۔ یا اگر اپنے نفس کا محاسبہ خلاف شان تھا تو دیگر نام نہاد صوفیا و مشائخ کے حالات کو مد نظر رکھ کر جن کا ان کو پورا علم ہے۔ فکر سے کام لیتے۔ تو ان کا قلب خود محسوس کرتا کہ جو کچھ حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ نے فرمایا۔ وہ بہت کم ہے بلکہ کچھ بھی نہیں۔ اس کے مقابلہ میں جو آجکل کے صوفیوں کی حقیقت ہے۔ لیکن جو طبیعت تمام دنیا میں نمود کی خواہشمند ہو۔ وہ اپنے ساتھیوں کی پردہ دری دیکھکر خاموش کب رہ سکتی تھی۔ فوراً خواجہ صاحب مقابلہ پر آگئے اور اپنے آپ کو سات کروڑ مسلمانوں کا قائم مقام ظاہر کرکے اپنی باطنی خواہش کے اظہار کی ڈینگ مارنے لگے۔

حالانکہ ان کا یہ دعویٰ سراسر من گھڑت اور خود ساختہ تھا۔ ان سات کروڑ مسلمانوں میں کثیر فرقے ہیں۔ جو ایک دوسرے کے جانی دشمن ہیں۔ پھر وہ ان سب کے قائم مقام کس طرح بن سکتے ہیں۔ اس بات کو نظر انداز کرکے اگر خواجہ صاحب صرف اپنے طبقہ کے صوفی حضرات اور نیز شہر دہلی۔ دیوبند۔ ندوہ۔ لکھنؤ۔ کے علمائے اہل سنت و اہل حدیث کی طرف سے ہی اعلان شائع کرا دیتے۔ کہ ان کو خواجہ صاحب کا ساختہ پرداختہ منظور ہے۔ اور خواجہ صاحب کی ذلت و شکست خود ان حضرات علماء و مشائخ کی ذلت و شکست متصور ہو گی۔ تو یہ خیال کیا جاتا کہ واقعی خواجہ صاحب کے ساتھ کم سے کم ایک گروہ اہل علم کا ہے۔ لیکن جب وہ اتنا بھی نہ کر سکے۔ اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ۔ باوجود کوشش کے وہ اب بھی ایسا نہ کر سکیں گے۔ تو کس قدر افسوس ہے کہ ایک مدعی تصوف صوفی تحریر میں اس قدر دروغ شائع کرے۔ پھر جس گروہ کے تمام چھوٹے بڑے اپنی تمام ظاہری و باطنی کوششوں میں ناکام و نامراد رہ کر سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ...

...... روز افزوں ترقی دیکھ رہے ہیں۔ اور اس سوزش و تپش میں جل بھن بھی رہے ہوں۔ ان کے ایک فرد کا باطنی جہاد کا اعلان اس پاک جماعت کے لئے کیا وقعت رکھتا ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا اظہار منظور تھا۔ اس لئے واقعات نے ایسی صورت اختیار کی تاکہ خواجہ حسن نظامی صاحب کو خود اسی کے دوستوں کے ذریعہ رسوا کیا جاوے۔ خواجہ حسن نظامی اپنے مضمون مندرجہ نظام المشائخ ذالحجہ میں تحریر کرتے ہیں کہ جو کچھ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے صوفیوں کے ذکر کی نسبت تحریر فرمایا ہے۔ وہ درست نہیں۔ بلکہ صرف چند نادان لوگوں کی ... سے تمام حضرت صوفیائے کرام پر حملہ کیا گیا ہے گویا کثیر حصہ اب بھی تابع احکام الٰہی و سنت رسول ہے۔ افسوس خواجہ صاحب نے یہ تحریر نہیں کیا۔ کہ ایسے حضرات صوفیاء جو واقعی قرآن و سنت کے تابع ہیں۔ وہ ہندوستان کے کس خطہ میں تشریف فرما ہیں۔ اور وہ کونسی اعلیٰ خدمت کر رہے ہیں۔ نیز خواجہ صاحب نے یہ بھی تحریر نہیں کیا۔ کہ وہ خود کس گروہ سے ہیں۔ یعنی بناوٹی صوفیوں سے یا صادق اہل حال سے۔ شاہ مجیر کے اعلان جنگ یا توپ ... وقی وغیرہ نام کے رسائل شائع کرکے جہلا کو خوش کرنا خواجہ صاحب کے مذہب میں سنت اولیاء و اصفیاء ہو گا۔ اور خواجہ صاحب کو ایسے بزرگان دین۔ اور حامیان شرع متین کی فہرست معلوم ہوگی۔ جو اپنی تمام عمر میں بجائے معارف قرآن بیان کرنے کے عالم سفلی کی ارذل مخلوق کے نام سے مضامین شائع کرکے اپنے پیروؤں کے لئے روحانی غذا بہم پہنچاتے رہے ہونگے۔ کاش یہ لوگ غور کرتے۔ اور دیکھتے کہ اسلام کے لئے کس قدر نقصان کا موجب ہو رہے ہیں۔ آجکل ہر وہ شخص جس کا ضمیر مردہ نہیں ہو گیا۔ ان صوفیوں کی ذلیل و پست حالت سے نالاں ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو اسی

رسالہ نظام المشائخ کا اگلا مضمون "تصوف و اسلام" جس کے صفحہ ۱۲ پر مضمون نگار صاحب جو خود صوفی ہونے کی وجہ سے حضرت صوفیا و مشائخ کی حالت سے بخوبی واقف اور ان کے اندرونی رازوں سے آگاہ ہیں۔ خواجہ حسن نظامی صاحب و دیگر تمام صوفیوں و سجادہ نشینوں کی موجودہ حالت پر کس طرح نوحہ کناں ہیں۔ فرماتے ہیں۔ "موجودہ متصوفین کی ردی حالت سے ہم کو انکار نہیں ہو سکتا۔ اس میں کلام نہیں کہ زمین پر بسنے والوں میں اس فرقہ اور طبقہ کی زیادہ خراب خستہ اور ردی اور ذلیل حالت شاید کسی کی نہ ہو گی۔" انتہی۔ ملاحظہ ہو رسالہ نظام المشائخ صفحہ ۱۲ سطر ۴ تا ۷۔

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں کہ ان تصوف کی موجودہ روش یقیناً قابل اصلاح ہے۔ ہم خواجہ حسن نظامی اور ان کے رفقاء سے اگر ان میں کوئی سعید ہوں دریافت کرتے ہیں کہ جب آپ کے ایک معزز و مکرم صوفی آپ صاحبان کی ذلیل حالت ان درد ناک الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔ اور اقرار کرتے ہیں کہ زمین پر بسنے والوں میں جن میں ذلیل اقوام بھی شامل ہیں صوفیوں کی حالت بجا طور پر بدتر ہے۔ تو پھر حضرت خلیفہ ثانی کی تقریر کے چند الفاظ سے آپ اس قدر کیوں جوش میں آ گئے۔ بہتر ہوتا کہ آپ۔ انہی صاحب کے خلاف باطنی جہاد کا اعلان کرتے۔ جنہوں نے آپ اور آپ کے رفقاء کی اندرونی حالت کا علم صحیح ہم کو عطا کیا۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کا الہام "انی مہین من اراد اہانتک" کس شان سے پورا ہوا۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے جن الفاظ سے خواجہ حسن نظامی جوش میں آ گئے تھے۔ ان سے بڑھ کر ان کے اپنے ایک رفیق نے اس گروہ کی نسبت فرمائے ہیں۔ اور حکمت الٰہی کے ماتحت کار پردازان رسالہ نظام المشائخ کی مقبول المسیح ہیں۔ کہ انہوں نے یہ شہادت خواجہ حسن نظامی کے مضمون کے بعد ہی شائع کر دی۔ تاکہ احمدی جماعت کو ان کے خلاف کوئی ثبوت پیش کرنے کے لئے کہیں دور نہ جانا پڑے۔ بلکہ ان کے اشتہار اور رسالہ کا ورق الٹ کر

نہیں۔ بلکہ منہ توڑ جواب انہی کے رفیق کے قلم سے لکھا ہوا پیش کر دیا جاتا ہے۔

کیا یہی وید دھرم کی سچائی کی دلیل ہے

اخبار آریہ گزٹ کے تازہ پرچہ میں۔ ایک آریہ صاحب نے "ویدک دھرم کی سچائی کی ۷ دلیل" کے زیر عنوان چور کی مثال پیش کر کے جہاں ویدک دھرم کو اسے چوری سے باز رکھ سکنے والا بتایا ہے۔ وہاں اسلام کے متعلق بھی یہ دُرفشانی کی ہے۔ کہ چور سے "اسلام (چوری کی) برائی چھڑانے میں قاصر رہ کر اس کو ابدی دوزخ میں ڈال دینا تجویز کرتا ہے" اور اس کے مقابلہ میں ویدک دھرم کی یہ فضیلت بیان کی ہے۔ کہ "ویدک دھرم اسے منکسر بنا دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ وہ برائی کرنے کا عادی ہے۔ تو کیا مضائقہ ہے۔ ویدک دھرم میں طاقت ہے کہ وہ انسان کو جبراً نیک بنا سکے۔ ویدک دھرم اس آدمی کا سدھار کرنے کے لئے اسے آواگون (تناسخ) کے شکنجہ میں کھینچتا ہے من جس میں چوری کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ زبان جس سے چوری کا ارادہ ظاہر کیا جاتا ہے۔ اور ہاتھ پاؤں جس سے چوری کی جاتی ہے۔ سب کے سب قید کر دئے جاتے ہیں۔ وہ آدمی اب نیچے درجے کا جانور یا درخت بنا ہوا موجود ہے۔ وہ اس حالت میں مجبور ہے کہ چوری کرنے کا تو ذکر ہی کیا۔ چوری کا خیال بھی کر سکے۔"

قبل اس کے کہ ہم ان مہاشہ صاحب کے اس طریق اصلاح کے متعلق کچھ بیان کریں۔ جو انہوں نے ویدک دھرم کی سچائی کے ثبوت میں۔ چور کی نسبت پیش کیا ہے یہ ظاہر کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ انہوں نے جو خیال اسلام کے متعلق ظاہر کیا ہے وہ بالکل غلط اور ان کے اسلام سے ناواقف اور بے بہرہ ہونے کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔ ہم مہاشہ صاحب موصوف کو چیلنج دیتے ہیں کہ اگر انہیں اپنی تحریر کا کچھ بھی پاس ہے۔ تو وہ قرآن کریم سے کوئی ایک ہی آیت اپنے اس قول کی تائید میں پیش کریں۔ اور دکھا دیں کہ "اسلام برائی چھڑانے میں قاصر رہ کر اس کو ابدی دوزخ میں ڈال دینا تجویز کرتا ہے"۔ لیکن اگر وہ ایسا نہ کر سکیں اور یقیناً نہیں کر سکتے۔ تو انہیں اسلام کے متعلق اپنی ناواقفیت اور بے خبری پر شرم کرنا چاہئے۔ اور اس غلط الزام کو کھلے دل سے واپس لے لینا چاہئے۔ مہاشہ صاحب اور ان کے تمام ساتھیوں نے قرآن کریم سے جو کچھ ثبوت دینا ہے۔ وہ تو ہمیں معلوم ہی نہیں۔ البتہ ہم جو آیت پیش کرتے ہیں اس کو وہ غور سے پڑھیں۔ اور ٹھنڈے دل سے سمجھیں۔ اس سے انہیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ گنہگاروں اور بدکرداروں کے متعلق اسلام کی کیا تعلیم ہے۔ اسلام کہتا ہے۔

فمن تاب من بعد ظلمہ و اصلح فان اللہ یتوب علیہ ان اللہ غفور الرحیم۔ کہ جو شخص کسی برائی کے کرنے کے بعد اس سے باز رہنے کا عہد کرتا۔ اور نہ صرف زبانی عہد کرتا ہے۔ بلکہ اپنی اصلاح اور درستی بھی کر کے دکھاتا ہے خدا اس کے گناہوں اور بدیوں کو معاف کر دیتا ہے کیونکہ اللہ بخشنے والا رحیم ہے۔

اب ذرا مہاشہ صاحب انصاف کو کام میں لا کر بتلائیں۔ کہ کیا اسلام برائیوں سے چھڑانے والا ہے۔ یا ابدی دوزخ میں ڈال دینا تجویز کرتا ہے۔ کاش ان لوگوں کو اسلام کی تعلیم سے تھوڑی سی بھی واقفیت ہوتی تا اس قسم کی غلط بیانیوں اور بیہودہ سرائیوں کے مرتکب نہ ہوتے۔

اس کے بعد ہم ویدک دھرم کے طریق اصلاح کو دیکھتے ہیں۔ مہاشہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ویدک دھرم ایک چور کو مجبوراً نیک بنا دیتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ اس کو نچلے درجے کا جانور یا درخت بنا کر اس کے سارے قوی قید کر لیتا ہے جس سے وہ چوری کا مرتکب نہیں ہو سکتا ہے۔ اس کے متعلق ہم صرف یہ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ کہ فرض کیا ایک چور کو چوری کی سزا میں بلی بنا دیا گیا۔ تو کیا اس صورت میں وہ چوری سے باز آ جائیگا ہرگز نہیں بلکہ وہ تو چوری کرنے پر اور زیادہ مجبور ہوگا۔ کیونکہ اپنے کھانے پینے کے لئے لوگوں کی مرغیوں کے بچے یا دودھ یا اور چیزیں چرانی پڑینگی لیکن اگر اس کو چوری نہ بھی قرار دیا جائے۔ تو کیا وہ جیو ہتیا کے پاپ کا مرتکب نہ ہوگا۔ اور اپنا من بھاتا کھاجا چوہوں کے شکار سے تیار نہ کیا کریگا اگر کریگا تو پھر وہ نیک کس طرح بن سکیگا۔ وہ تو ایک بدی کو چھوڑ کر اس سے بڑی دوسری بدی کا مرتکب ہو جائیگا۔ مہاشہ صاحب ذرا سوچ سمجھ کر اس کا جواب دیں کیا یہی ویدک دھرم کی سچائی کی دلیل ہے جسے بڑے فخر سے پیش کرتے ہوئے اسلام پر ایک غلط الزام لگایا گیا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خطبہ جمعہ

مومن بنو

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ
(فرمودہ ۱۱- جنوری ۱۹۴۱ء)

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝ قُلْ أَتُعَلِّمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

ایمان کی قیمت اس زمانہ میں جہاں اللہ تعالےٰ کے فضل اور رحم سے بہت سی آسانیاں۔ اور سہولتیں میسر ہوگئی ہیں۔ اور بہت سے آرام اور آسائش کے سامان نکل آئے ہیں۔ وہ مشکلات اور تکلیفیں۔ جو قدیم زمانہ میں ہوتی تھیں اب نہیں ہیں۔ وہاں نہایت افسوس کے قابل یہ امر بھی ہے کہ بجائے اس کے کہ لوگ ان آسانیوں کو دیکھ کر اپنے ایمانوں کو بہت زیادہ مضبوط کرتے ان کے ایمانوں میں بہت زیادہ کمزوریاں پیدا ہو رہی ہیں۔ اور آج کل ایمان کو ایک حقیر اور ذلیل چیز سمجھ لیا گیا ہے۔ حالانکہ ایمان تو ایک ایسا بیش بہا لال ایسا قیمتی موتی۔ اور ایسا لاثانی جوہر ہے۔ کہ اس کی صحیح قیمت ڈالنا تو الگ رہا قیمت ڈالنے کا خیال بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ ذرا کسی شخص کو کہہ تو دیکھو کہ تو کتنے روپوں پر اپنے بیٹے کو ذبح کرائیگا۔ اس کا کیا نتیجہ ہوگا۔ یہی کہ اگر مخاطب متحمل مزاج اور اپنے جوش کے دبانے پر قادر نہیں۔ تو اس فقرہ کے پورا ہونے سے قبل ہی۔ اس کا ہاتھ کہنے والے کی گردن میں ہوگا۔ اور جس طرح پانی سے بھری ہوئی مشک کا منہ کھل جاتا ہے۔ اور زور سے پانی نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اس منہ کا منہ کھل جائیگا۔ اور ہزاروں قسم کی گالیاں دینی شروع کر دے گا۔ اور اگر کوئی سمجھدار اور دانا ہوگا۔ تو اس فقرہ کو نہایت ناپسندیدگی۔ اور ناراضگی کی نظر سے دیکھیگا۔ یا اگر بے اختیار ہوکر کہنے والے پر حملہ آور نہیں ہوگا۔ تو اسے یہ ضرور کہیگا۔ کہ کیسی نادانی اور جہالت کی باتیں کرتے ہو۔ یا اگر اتنا بھی نہ کرے گا۔ تو دل میں ضرور غصہ سے بھر جائیگا۔ یا کہنے والے کو پاگل اور مجنون سمجھیگا۔ پس اس وقت جھگڑا اس بات پر نہیں ہوگا کہ اس کے بیٹے کی قیمت لاکھ روپے ہے یا کروڑ روپے بلکہ یہ بات سن کر اس کے ذہن میں ہی نہیں آ سکیگا کہ میرے بیٹے کی کچھ قیمت ڈالی جا سکتی ہے۔ اور وہ ناراضگی اور غصہ سے بھر جائیگا کہ کیوں ایسا کہا گیا ہے تو کئی چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی قیمت ڈالنے میں اختلاف نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کی قیمت ڈالنا ہی ایسا خطرناک ہوتا ہے کہ اسے برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ پھر ایمان جو ہزاروں لاکھوں روپوں سے زیادہ قیمتی ہزاروں جانوں سارے عزیزوں اور رشتہ داروں سے زیادہ عزیز چیز ہے۔ اس کی قیمت ڈالنے کا کس طرح خیال آ سکتا ہے۔ جب ایک بچہ کی قیمت نہیں پڑ سکتی تو ایمان کی کہاں پڑ سکتی ہے۔ جو اس سے کروڑوں کروڑ نہیں اربوں ارب گنا زیادہ قیمتی۔ اور عزیز شے ہے۔ ایک ایماندار انسان کے سامنے اگر ساری دنیا بھی ذبح کر دی جائے۔ جو اسے اپنے ماں باپ بہنوں۔ بھائیوں اور بیٹیوں کی طرح پیاری اور عزیز ہو تو وہ ایک منٹ کے لئے بھی اس کے لئے تیار نہیں ہوگا کہ اپنا ایمان دے کر اسے بچائے کیونکہ یہ ایک ایسی قیمتی چیز ہے۔ کہ جس کی کوئی قیمت پڑ ہی نہیں سکتی۔ مگر باوجود اس کے ایسی قیمتی اور لاثانی چیز ہونے کے دنیا میں ایسے لوگ پائے ہی جاتے ہیں۔ جو اس بیش بہا گوہر کی قیمت مقرر کرتے۔ اور اس لاثانی موتی کو بیچنا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی نسبت سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ جانتے ہی نہیں کہ ایمان کیا چیز ہے۔ اور کتنی قیمتی شے ہے۔

ایمان کی خرید و فروخت دیکھو اگر کسی کو کوئی کہے کہ میں تیرے بیٹے کو ذبح کرنا چاہتا ہوں۔ بتا اس کی کیا قیمت لے گا۔ اور وہ دس روپے مانگے۔ تو سننے والے فوراً کہہ دیں گے کہ اگر یہ شخص پاگل نہیں تو یہ اس کا بیٹا ہی نہیں۔ جس کی اس نے یہ قیمت مقرر کی ہے۔ بلکہ کسی اور کا ہے۔ اور یہ دھوکہ کر کے اپنا بیٹا کہہ رہا ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنے ایمان کی کوئی قیمت مقرر کرتا ہے۔ اس کے متعلق یقیناً یہی کہا جائیگا۔ کہ اس میں ایمان ہے ہی نہیں۔ اور وہ دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ کہ میرے پاس ایمان ہے اور اس طرح جو کچھ اسے ملے اسے مفت سمجھ کر لے لینا چاہتا ہے۔ کیونکہ اس کے اندر ایمان تو ہے ہی نہیں اور اس کے خریدنے والا بھی سمجھتا ہے۔ کہ اگر اس کی چیز ناقص ہے۔ تو میں جو کچھ دینے لگا ہوں۔ وہ اس سے بھی زیادہ ناقص ہے۔ یہ اپنی آخرت کو برباد کر رہا ہے میرا اگر دنیا کا کچھ نقصان ہو گیا کیا ہوا۔ اس کا مال سے دونوں میں سودا ہو جاتا ہے۔ اور ان کی مثال اس واقعہ ایسی ہوتی ہے جو یوں مشہور ہے۔ کہ ایک قافلہ کہیں جا رہا تھا۔ اس میں سے ایک شخص بیمار ہو گیا۔ وہ جا کر بزاز سے ایک کپڑے کا تھان مانگا۔ بزاز نے ایک ایسا تھان جو اندر سے پھٹا ہوا تھا۔ اور اوپر سے ٹھیک تھا۔ تھوڑی سی قیمت پر اس کے سامنے پیش کیا۔ تاکہ جلدی سے خرید لے۔ اور اسے کھول کر نہ دیکھے۔ چنانچہ اس نے فوراً خرید لیا۔ اور قیمت دیکر چلا گیا۔ بزاز نے جلدی سے روپیہ سنبھال کر رکھ لئے۔ جب وہ چلا گیا تو بزاز کو اس کے بعض ساتھی ملامت

کی۔ اور وہ خریدنے والے کے پیچھے چلا۔ تاکہ نقصان واپس لے آئے۔ اور اس کے روپے اسے واپس کردے۔ جب جاکر اسے بلایا تو کہا یہ نقصان میں نے تم کو دھوکے سے دیدیا تھا۔ دراصل یہ اندر سے پھٹا ہوا ہے۔ یہ مجھے واپس کردو۔ اور اپنی قیمت لے لو۔ اس نے کہا اس بات کا کوئی فکر نہ کرو میں نے جو تمہیں دام دیئے تھے۔ وہ بھی کھوٹے ہی تھے۔ یہی حال ایمان بیچنے اور خریدنے والوں کا ہوتا ہے۔ بیچنے والا ایک چیز دینے کا اقرار کرتا ہے حالانکہ اس کے پاس ہوتی ہی نہیں۔ یا ناقص ہوتی ہے مگر باوجود اس قسم کے سودے کرنے کے یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایماندار ہیں۔

ایمان کا سودا کرنیوالوں میں ایمان ہوتا ہی نہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قالت الاعراب امنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم۔ کہ بعض لوگوں میں سے ایک جماعت ایسی ہے۔ جو کہتی ہے۔ ہم ایمان لے آئے۔ ان کو کہدو۔ تم مت یہ کہو کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ تم تو کبھی ایمان لائے ہی نہیں۔ تمہاری ایسی قسمت کہاں۔ ہاں یہ کہو کہ ہم مسلمان کہلانے لگ گئے ہیں۔ کیونکہ ایمان تو تمہارے اندر داخل نہیں ہوا۔ اور جب ایمان داخل ہی نہیں ہوا تو پھر تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔ کہ اپنے آپ کو ایماندار کہو۔ ایمان کے آثار تو تم میں پیدا ہی نہیں ہوئے۔ دیکھو ہر چھوٹے سے چھوٹے کام کا کچھ نہ کچھ نتیجہ نکلتا ہے۔ ایک عالم ہوتا ہے۔ گو علم اس کے دماغ میں ہوتا ہے۔ مگر پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ عالم ہے۔ اسی طرح گو ایمان قلب سے تعلق رکھنے والی چیز ہے جسے اللہ ہی جانتا ہے۔ لیکن انسان بھی اس کے اثرات اور اظلال سے پتہ لگا لیتا ہے۔ کہ ہے یا نہیں۔ اور ایمان تو خود بخود ظاہر ہوجاتا ہے۔ اس کے متعلق کسی کے بتانے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ تو فرمایا ایمان تو تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ پھر تم کیوں اپنے آپ کو مومن کہتے ہو۔ ہاں یہ کہو کہ ہم نے اسلام قبول کرلیا۔ مسلمان کہلانے لگ گئے ہیں۔

باقی تمہاری حالتیں بتا رہی ہیں کہ تم میں ایمان داخل ہی نہیں ہوا۔ کیونکہ تم میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا مادہ نہیں پیدا ہوا۔ اور ان کے احکام سے جو محبت اور الفت ہونی چاہئے۔ وہ تم میں نہیں پائی جاتی۔ اس کا تم میں نشان بھی نہیں ملتا۔ تمہیں تو دنیا ہی مطلوب ہے۔ وہی تمہارا خدا ہے اور وہی تمہارا رسول ہے۔ اور تم سمجھتے ہو کہ اگر ہم اس رنگ میں ایمان لے آئیں جس رنگ میں دوسرے لائے ہیں۔ تو گھاٹے اور نقصان میں رہیں گے۔

مومن کبھی گھاٹے میں نہیں رہتا

فرمایا یہی ثبوت ہے اس بات کا۔ کہ تمہارے اندر ایمان داخل ہی نہیں ہوا۔ ورنہ کیا کوئی ایماندار یہ خیال کرسکتا ہے۔ کہ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کا یہ نتیجہ ہوسکتا ہے۔ کہ وہ ذلیل ہو اور نقصان میں رہے۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ خدا اور اس کے رسول پر ایمان لانے سے۔ خدا اعمال کو ضائع نہیں کرتا۔ اور نہ ہی ناکام رکھتا ہے۔ بلکہ خدا تو آگے بڑھاتا اور بہت بڑھ چڑھ کر کامیابی عطا کرتا ہے۔

ایک مومن نہیں چاہتا کہ دنیا کی نظروں کے سامنے آئے۔ مگر خدا تعالےٰ اسے ایسی بلند اور اونچی جگہ پر کھڑا کردیتا ہے۔ کہ جہاں ساری دنیا کی نظریں اس پر پڑتی ہیں۔ وہ نیچے بیٹھتا ہے۔ مگر خدا اسے بلند مقام پر بٹھا دیتا ہے۔ وہ اپنے منہ کو ڈھانپتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ اس کی نقاب کو پھاڑ پھاڑ کر دنیا پر ظاہر کرتا ہے۔ یہ نتیجہ ہے خدا اور اس کے رسول پر ایمان لانے کا نتیجہ۔ لیکن وہ جو خدا اور اس کے رسول کا محض نام لیکر خود نفع اٹھانا چاہتا ہے۔ دنیا میں عزت اور شہرت کو چاہتا ہے خدا اس کی پروا نہیں کرتا۔ اور اسے ذلت اور ناکامی کے گڑھے میں گرا دیتا ہے پس وان تطیعوا اللہ ورسولہ لا یلتکم من اعمالکم شیئا ان اللہ غفور رحیم۔ اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروگے تو وہ تمہارے اعمال سے تمہیں کچھ کم نہیں دے گا۔ یا یہ نہیں کہ وہ تمہیں ذلیل اور رسوا ہونے دیگا۔ بلکہ خود تمہارا کفیل ہوگا۔ اور تمہاری کامیابی کے خود سامان مہیا کرے گا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں۔ کہ اللہ غفور الرحیم ہے۔

اللہ کسی کے اعمال میں کمی نہیں کرتا

یہ کیا عجیب دلیل ہے اس بات کے متعلق کہ اللہ تمہارے اعمال میں کمی نہیں کرے گا۔ بلکہ پورا بدلہ دے گا۔ فرمایا وہ غفور ہے۔ وہ تو گناہگار اور غلطی کرنے والوں کو بھی جبکہ وہ توبہ کرتے ہیں۔ بخش دیتا ہے۔ اور ان پر اپنا فضل کرتا ہے پھر کس طرح ہوسکتا ہے کہ تم اس کے لئے عمل کرو۔ اور وہ تمہیں اس کے بدلے میں نقصان میں رہنے دے۔ کیا وہ جو پشیمان کو معاف کرتا اور اسے انعام سے مالا مال کرتا ہے۔ وہ اپنے اطاعت شعار اور فرمانبردار بندوں پر فضل نہیں کرے گا۔ ضرور کرے گا۔ اس لئے تمہارا یہ خیال غلط ہے۔ کہ اگر تم اس کے اور اس کے رسول کے احکام پر چلوگے تو گھاٹے میں ہوگے۔ پھر وہ رحیم ہے۔ کسی کو اس کے عمل سے کم دینا تو الگ رہا وہ تو اتنے اعلیٰ اور زیادہ بدلے دینے والا ہے۔ جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتے۔

اس طرح ان کے غلط خیال کی تردید کی ہے۔ کہ تمہیں معلوم ہی نہیں۔ کہ کس خدا سے تمہارا پالا پڑا ہے۔ وہ خدا ہے۔ جو تمہارے اعمال کو کم ہی نہیں کرے گا۔ بلکہ تمہارے اعمال میں جو کمیاں رہجائینگی۔ ان کو بھی پورا کردے گا۔ اور تمہارے اعمال کے مطابق تمہیں بدلا دینا تو الگ رہا۔ وہ تو اتنا بڑھ چڑھ کر دیگا کہ جو تمہارے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔ پھر کیا تم اس خدا کی نسبت یہ خیال کرتے ہو۔ کہ تمہارے اعمال میں کمی کردے گا اور تمہیں ذلیل اور رسوا ہونے دیگا۔

آج کل کے ایمان

مگر دیکھو باوجود اس کے کہ قرآن کریم میں ایسی تشریح کے ساتھ ایمان کی حالت بتائی گئی ہے۔ آج ایمان کی کیا حالت ہے۔ ذرا ذرا اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر لوگ ایمان بیچنے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں میں نے کئی بار بتایا ہے۔ کہ ایک شخص اتنی سی بات پر مرتد ہوگیا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود نماز پڑھنے کے بعد مسجد میں بیٹھا کرتے تھے۔ اور لوگ کوشش کرتے تھے۔ کہ جس قدر جلدی

ہو سکے ہم آپ کے پاس پہنچیں۔ تاکہ قریب جگہ حاصل کر سکیں۔ ایک دن جو آپ نماز کے بعد بیٹھے اور اس شخص کے پاس سے کوئی جلدی سے گذرا۔ جس کی کہنی اسے لگ گئی۔ تو اسی پر وہ ناراض ہو گیا۔ اور مرتد ہو کر چلا گیا۔ پھر آج کل میں دیکھتا ہوں کہ بعض ایسے لوگ ہیں۔ جو جب تک ملازم ہوتے ہیں بڑا اخلاص ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن جب انہیں ملازمت سے ہٹا دیا جائے۔ تو ادھر وہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ اور ادھر انہیں نئے نئے علوم اور دلائل حاصل ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ پہلے تو جب تک وہ پندرہ یا بیس روپیہ کے ملازم تھے۔ حضرت عیسیٰ کی وفات اور حضرت مسیح موعود کے نبی ہونے کے دلائل قرآن اور احادیث سے انہیں معلوم تھے۔ لیکن جب تنخواہ ملنی بند ہوئی تو اس کے خلاف فوراً ہی انہیں حیات مسیح یا مسیح موعود کے نبی نہ ہونے کے دلائل قرآن سے معلوم ہو گئے۔ پھر کئی لوگوں کو اسی پر ابتلاء آجاتا ہے۔ کہ کسی انجمن کے سکرٹری یا پریزیڈنٹ ہونے سے ہٹا دیا گیا۔ اگر تو انہیں پریزیڈنٹ بنا دیا جائے تب تو سلسلہ احمدیہ سچا۔ اور وہ خود بڑے مخلص اور اگر یہ نہیں تو پھر قرآن و حدیث سے ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ ہی باطل ہے۔ اور اسی قسم کے اور آثار و اقوال بتاتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے دلوں میں ایمان ہی نہیں ہوتا۔ اور ان کانٹوں سے پتہ لگتا ہے۔ کہ انھوں نے اپنے دلوں میں کیا بوئے ہوئے ہیں۔ انگور نہیں۔ کیونکہ انگوروں کی بیلوں میں کانٹے نہیں ہوتے۔ کیا یہ ایمان کے نتائج ہو سکتے ہیں۔ کیا ایمان کے دلائل میں سے یہ بھی کوئی دلیل ہے کہ جب تک پندرہ بیس روپے ملتے رہیں یا کوئی عہدہ حاصل ہو۔ یا کوئی خاص کام سپرد رہے۔ اس وقت تک تو ایمان ہے۔ اور جب یہ نہیں۔ تو ایمان بھی نہیں۔ اگر یہ کوئی دلیل ہے۔ تب تو ہم ایسے لوگوں کو حق پر سمجھ لینگے۔ اور اگر یہ نہیں تو پھر یہ ثابت ہو گیا۔ کہ ان میں ایمان ہی نہیں۔ دیکھو صحابہ نے وطن چھوڑے عزیزوں اور رشتہ داروں کو ترک کیا۔ بہنوں۔ بھائیوں۔ بیوی بچوں سے الگ ہوئے۔ اور دین کی راہ میں اپنا مال اور جانیں قربان کردیں۔ ان کے مقابلہ میں اس وقت کے منافق یہ نہ

سے تھے۔ کیونکہ انھوں نے ایسا نہ کیا۔ مگر اس زمانہ کے کئی مومن کہلانے والوں سے اچھے تھے۔ کیونکہ ان کا ایمان اس سے وابستہ نہیں تھا کہ ہمیں کچھ ملتا ہے یا نہیں۔ بلکہ انہیں یہ خیال ہوتا تھا کہ ہمارا نہ کچھ جاتا رہے۔ مگر آج یہ خیال نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ ہوتا ہے کہ ہمیں کچھ ملتا ہے یا نہیں۔ ....

....

....

اگر ملے تو ایمان قائم۔ اور اگر نہ ملے تو کچھ بھی نہیں۔ اگر یہی معیار منافقت کا قرار دیا جائے۔ تو رسول کریم کے وقت تو کوئی منافق رہتا ہی نہیں۔ عبداللہ ابن ابی ابن سلول کو اس سے اختلاف نہ تھا۔ کہ مجھے کچھ کیوں نہیں دیا جاتا۔ وہ ایک امیر آدمی تھا بلکہ اس لئے تھا کہ جو کچھ میرا ہے مجھ سے نہ لیا جائے۔ پھر اس وقت کے منافق کچھ نہ کچھ تو دیتے تھے۔ البتہ انتہائی نصرت نہ کرنے کی وجہ سے منافق رہے۔ مگر آج ان سے بھی کم خرچ کرنے والے کئی لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم بہت بڑھ گئے ہیں۔ اور ہمیں پورا پورا ایمان حاصل ہو گیا ہے۔ یہ آیت ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ حالانکہ کوئی ایمان نہیں لائے۔ ہاں مسلمانوں میں داخل ہو گئے ہیں۔

مومن کا ابتدائی درجہ

مومن کئی باتوں کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ کہ ہمارا ایمان بڑھتا رہا۔ حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کوئی انسان مومن تب بنتا ہے جبکہ اسے بشاشت ایمان حاصل ہو۔ اور یہ مومن بننے کی چھوٹی سے چھوٹی تعریف ہے۔ جس طرح مدرسہ میں نام لکھانے سے پہلی جماعت کا لڑکا بھی طالب علم کہلا سکتا ہے۔ اسی طرح مومن کہلانے کے لئے یہ بات ہے۔ کیونکہ رسول کریم فرماتے ہیں کہ مومن نام رکھانے کا مستحق انسان اس وقت بنتا ہے۔ جبکہ اس میں بشاشت ایمان پائی جائے۔ صحابہ نے پوچھا وہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہی کہ اگر آگ میں ڈالا جائے تو ایمان نہ چھوڑے یہ ایک ادنیٰ درجہ ہے مومن کا۔ اور اس سے آگے اور

ترقی حاصل ہوتی ہے۔ اور اسی کا نام بشاشت ایمان ہے۔

اسلام لانا کسی پر احسان نہیں

اسلام کوئی انجمن۔ یا سوسائٹی نہیں۔ اور احمدیت بھی چونکہ اسلام ہی ہے اس لئے یہ بھی کسی انجمن اور سوسائٹی کا نام نہیں ہے۔ اور عہدوں کا سوال سوسائٹیوں۔ اور انجمنوں میں ہوا کرتا ہے۔ نہ کہ مذہب میں۔ مذہب کا ہر کام خدا کے لئے ہوتا ہے۔ پس جو خدا کے لئے کام کرتا ہے۔ اسے اس بات کی کیا پرواہ ہے۔ کہ فلاں انجمن یا سوسائٹی اسے کوئی عزت اور عہدہ دیتی ہے۔ یا نہیں۔ کیا وہ خدا سے ملنے کی کچھ امید نہیں رکھتا۔ کہ کسی انجمن یا سوسائٹی سے عہدہ اور عزت چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وان تطیعوا اللہ و رسولہ لا یلتکم من اعمالکم شیئا۔ اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروگے۔ تو وہ تمہارے اعمال میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔ کہ تمہیں بندوں سے مانگنے کی ضرورت ہو اور دین کا کام کرکے ان پر احسان جتلاؤ۔ کہ ہماری قدر نہیں کی جاتی۔ ہماری عزت نہیں کی جاتی۔ ہمیں عہدے نہیں دیئے جاتے۔ کوئی کہے کہ یہ معنی کہاں سے لئے گئے اس کے متعلق خدا تعالیٰ ساتھ ہی فرماتا ہے۔ کہ یمنون علیک ان اسلموا قل لا تمنوا علیّ اسلامکم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وہ لوگ جو اسلام لاکر تم پر احسان جتلاتے ہیں۔ ان کو کہدو کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ جتلاؤ۔ پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی اسلام لانے کا احسان نہیں جتلا سکتا جو بانی اسلام ہیں۔ تو دوسروں پر کیا جتلا سکتا ہے۔ اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں کو فرماتے ہیں کہ تمہارا مجھ پر کوئی احسان نہیں ہے۔ تو پھر حضرت مسیح موعود اور ان کے خلیفہ یا کسی انجمن پر کسی کا کیا احسان ہو سکتا ہے

کیا اسلام لانا خدا پر احسان کرنا ہے

اب خدا تعالیٰ رہ جاتا ہے کہ اس پر احسان جتلایا جائے اگر اس پر احسان کیا ہے تو جو کچھ کرنا ہے اسے کہو۔ اور اس سے مانگو۔ نہ کہ انسانوں سے۔ جن پر احسان ہی نہیں کیا۔ تو خدا سے مطالبہ ہو سکتا تھا

کہ ہمنے اسلام میں آکر آپ پر احسان کیا ہے پھر کیا وجہ ہے ہمیں عزت نہیں دی گئی اور ہماری قدر نہیں کیجاتی مگر اس کا جواب بھی خدا نے دے دیا ہے کہ تم جو اسلام لانے کا احسان جتلاتے ہو۔ اسکی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ درحقیقت تم اسلام لائے ہی نہیں۔ اگر اسلام نہیں لائے تو پھر تم کوئی مطالبہ بھی نہیں کر سکتے اور محض جھوٹ بولتے ہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اگر یہ بات ہے تو تم بجائے کچھ حاصل کرنے کے مجرم ہو اور سزا کے قابل ہو۔ اور اگر واقعہ میں ایمان لائے ہو تو بتاؤ کہ یہ ہمارا تم پر احسان ہے یا تمہارا ہم پر۔ یہ تو ہمنے تم پر احسان کیا کہ تمہیں اسلام لانے کی توفیق بخشی۔ اس لئے ہمارا حق ہے کہ ہم تم سے کچھ مانگیں نہ کہ یہ تمہارا احسان ہے کہ ایمان لائے ہو اور ہم سے مطالبہ کرتے ہو یہ تو ایسی ہی بات ہے جس طرح مشہور ہے کہ ایک شخص سخت دھوپ میں بیٹھا ہوا تھا۔ کسی نے اسے کہا بھائی سایہ میں بیٹھ جا وہ کہنے لگا اگر میں سایہ میں بیٹھوں تو کیا دوگے۔ تو فرمایا کہ اگر تم مومن ہو تو اس طرح تمہارا مطالبہ باطل ہو جاتا ہے۔ اور اگر سچے ہو تو پھر ہمارا تم پر احسان ہے کہ ہمنے تمہیں اسلام کے قبول کرنے کی توفیق دی نہ کہ الٹا تمہارا احسان ہے۔

ایمان کی قدر کرو

اسوقت میں آپ لوگوں کو جو یہاں بیٹھے ہو۔ اور جو باہر ہیں بتانا چاہتا ہوں کہ یہ بڑے دُکھ اور رونے کا مقام ہے کہ اتنی آسانیوں اور سہولتوں کے باوجود ایمان کی کچھ قدر نہیں کیجاتی ہے حالانکہ اگر کوئی سب سے زیادہ قدر کے قابل چیز ہے۔ تو وہ ایمان ہی ہے لیکن اسکی کچھ قدر نہیں کیجاتی بلکہ اسے ایک حقیر چیز سمجھا جاتا ہے اسے ایک سودا سمجھا جاتا ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ ہم جو ایمان لائے ہیں اس کا ہمیں کوئی بدلہ اور معاوضہ ملنا چاہیئے بعض طبیعتوں میں کچھ خصوصیات ہوتی ہیں۔ میری اپنی طبیعت ایسی ہے کہ میں اور بہت سی باتوں کو برداشت کر لیتا ہوں۔ اور بہت سے معاملات میں چشم پوشی سے کام لیتا ہوں۔ مگر کسی کو ایمان کا سودا کرتے ہوئے دیکھکر بالکل مجبور ہو جاتا ہوں اور مجھے سر سے لیکر پاؤں تک آگ سی لگجاتی ہے میں قرآن سے خیانت کو معاف کرنے کے لئے تیار رہتا ہوں [illegible] معاف کر رہا ہوں۔ مگر ایسا مجرم اگر معافی بھی مانگتا ہے تو دل نہیں چاہتا کہ اسکی بات بھی سنوں۔ ایسے کئی لوگ ٹھوکریں کھا کھا کر آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم سے غلطی ہو گئی معاف کر دیا جائے۔ مگر میرا دل معاف کرنے کی طرف آتا ہی نہیں۔ پس میں آپ لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں اور درد دل سے نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے ایمانوں کی حفاظت کرو۔ کئی لوگوں میں اپنے ایمانوں کا سودا کرنے کی مرض پائی جاتی ہے اور انہیں ٹھوکریں لگجاتی ہیں انہیں بہت احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ اگر ایمان کے مقابلہ میں ہر چیز پر لات مارنے کے لئے تیار ہو تو یہ ایمان ہے۔ اور اگر ایسا نہیں۔ تو کوئی ایمان نہیں۔ اور جو مومن ہونے کا دعوے کرتا ہے وہ جھوٹا ہے اور اللہ تعالےٰ کو دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ لیکن وہ یاد رکھے کہ اللہ کبھی دھوکہ نہیں کھا سکتا۔

پس جن کے دلوں میں کوئی کمزوری ہو۔ وہ خوب سوچیں سمجھیں اور دیکھیں کہ ان کے اندر ایمان ہے یا نہیں ؟ اس سے زیادہ دکھ اور مصیبت اور کوئی نہ ہوگی۔ کہ جس کو انہوں نے ایمان سمجھا ہوا ہے وہ درحقیقت ایمان نہ ہو دیکھو اگر ایک شخص کپڑے میں لپٹی ہوئی گول لکڑی کو روٹی سمجھکر اٹھالے اور جب جنگل میں جا کر اسے بھوک لگے اور کھانے بیٹھے تو اسے معلوم ہو کہ یہ روٹی نہیں بلکہ لکڑی ہے۔ اُسوقت اسکی کیا حالت ہوگی وہ تو پھر بھی گرتا پڑتا گھر کی طرف لوٹ سکتا ہے مگر مرنے کے بعد کوئی انسان واپس نہیں آسکتا پس اگر تمنے ایک چیز کو ایمان سمجھا ہوا ہے حالانکہ وہ ایمان نہیں ہے تو خوب یاد رکھو کہ خدا کے سامنے جا کر تم واپس نہیں لوٹ سکوگے اسلئے ابھی سے اپنے ایمانوں کی فکر کرو۔ خدا تعالیٰ تمہیں اسکی توفیق دے۔

رسالہ تشحیذ الاذہان بابت ماہ جنوری و فروری ۱۹۱۸ء کا پرچہ

۵۔ فروری ۱۹۱۸ء کو وی پی ہوگا قیمت ۱۹۱۸ء کے لئے نیز بقایا داران کو محض بقایا کے لئے وی پی ہوگا۔ ان کے وی پی میں ۱۹۱۸ء کی قیمت شامل نہ ہوگی۔ اگر کسی کو حساب کی غلطی معلوم ہو۔ تو وی پی واپس نہ کریں بلکہ ڈاکخانہ میں امانت رکھوا کر فیصلہ کرلیں۔ اس تشحیذ میں خاص مضامین ہیں واپس کرنے والوں کو محروم رہنا پڑیگا۔ والسلام

مینیجر تشحیذ الاذہان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؛ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب اخبار الفضل۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

براہ مہربانی ذیل کا اعلان اپنے معزز اخبار الفضل میں شائع کر کے مشکور فرمادیں۔

قابل توجہ اعلان

ہمارا ارادہ ہے کہ سلسلہ احمدیہ میں جو لوگ علم الابدان کے فن میں دخل رکھتے ہیں انکی ایک مکمل فہرست دفتر سکرٹری میں رہے اسلئے تمام ایسے احمدی احباب سے امید کیجاتی ہے کہ وہ اس اعلان کے [illegible] ایک کارڈ پر اپنا نام اور پتہ تحریر فرما کر دفتر سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان میں ارسال فرمادینگے ہمیں سلسلہ عالیہ کے

(۱) سول سرجن (۲) اسسٹنٹ سرجن (۳) سب اسسٹنٹ سرجن (۴) وٹرنیری اسسٹنٹ (۵) کمپاونڈر (۶) وکیمسٹ کی شعبہ ڈاکٹری میں۔ اور اطبا اور جراحوں کی شعبہ طب یونانی میں فہرست درکار ہے

بعض احباب شاید یہ خیال کریں کہ ہمیں کارڈ بھیجنے کی ضرورت نہیں ہمارا نام تو دفتر سکرٹری کو معلوم ہی ہوگا لیکن اسوجہ سے براہ مہربانی کوئی صاحب کارڈ لکھنے سے رک نہ جاویں بلکہ التماس ہے کہ جو صاحب مندرجہ بالا فہرست میں آسکتے ہیں۔ وہ اپنے نام اور عہدہ اور مفصل پتہ سے اطلاع دیں اور اطلاع بھی بہت جلد۔ والسلام

(سید محمد اسحٰق) قادیان

اطلاع مشین مین کے بیمار ہو جانے کی وجہ سے مشکل آٹھ صفحہ کا اخبار چھپ رہا ہے ناظرین معاف فرماویں کوشش کیجارہی ہے کہ ۱۲ صفحہ کا اخبار تیار ہو سکے۔ **مینیجر الفضل**

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب مصری پرنٹر و پبلشر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپکر مالکان کے لئے شائع ہوا